Journal of Islamic Civilization and Culture (JICC)

JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION AND CULTURE(JICC)

Volume 4, Issue 1 (January-June, 2021)
ISSN (Print):2707-689X
ISSN (Online) 2707-6903
Issue: http://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/10
URL: http://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/10
Article DOI: https://doi.org/10.46896/jicc.v4i01.138

Title A Critical Study of Death Penalty Rules of Pakistan Prisons Rules, 1978 in Islamic Law

Author (s): Abdul Jalil and Dr. Syed Mubarak Shah

Received on: 29 June, 2020
Accepted on: 29 May, 2021
Published on: 25 June, 2021

Citation: Abdul Jalil and Dr. Syed Mubarak Shah, “Construction: A Critical Study of Death Penalty Rules of Pakistan Prisons Rules, 1978 in Islamic Law,” JICC: 4 (No,1) (2021): 94-106

Publisher: Al-Ahbab Turst Islamabad

Islamic Research Index
INTERNATIONAL Scientific Indexing
ALMANHAL
ASIAN Research Index
Crossref
Click here for more

فقہ اسلامی کی روشنی میں پاکستان پرزنز رولز مجریہ 1978ء کے قوانین سزائے موت کا تنقیدی جائزہ

A Critical Study of Death Penalty Rules of Pakistan Prisons Rules, 1978 in Islamic Law

*عبدالجلیل

**ڈاکٹر سید مبارک شاہ

Abstract:

Islam is a complete code of life. It provides guidelines for every aspect of humanity that is why it is necessary to establish a comprehensible and detailed system of punishment in order to maintain social peace and satisfaction. That is why Islam commands Hudud, Qisas and Tazir for various crimes. The Hudud is the punishment and its limitations prescribed by allah such as theft, adultery, alcohol, apostasy, robbery etc. Qisas is the punishment of death for murderer. Tazir is punishment not prescribed by allah but is based on the discretion of the Allah.

The system of any society or state cannot survive without its system of punishment and retribution as Allah said “If it were not for Allah checking(some) people by means of others, the earth would have been corrupted” that is why efforts have been made in Pakistan since 1947 to reform this system. Whereby a law for reform of Prisons and inmates “Pakistan Prisons Rules, 1978” was issued. Its chapter no.15 provides a detailed explanation of the death penalty. In which every crime punishable by death is mentioned by hanging and dying. The hands and feet of the criminal should be tied and a strong rope should be attached to his neck and should be hanged from a tall wood until he dies.

Islam prescribes the death penalty for robbers. The rest of the punishment for adultery is stoning, the punishment of intentional murder is beheading with the sword, the punishment of theft is to cut off the hands of thief.

That’s why, in Islam it is not permissible to give the death penalty in the form of execution.

Therefore, by reviewing the punishments related to execution under this act, the punishments prescribed by shariah, should be determined accordingly which will be the guarantor of lasting social peace and tranquility.

Key word; Punishment system, Hudud, Qisas, Tazir, Pakistan prisons rules, 1978, death penalty.

---

* پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، پشاور یونیورسٹی

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پشاور یونیورسٹی

مقدمہ

اسلام ایک جامع نظام زندگی ہے جو زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں کامل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نظام ریاست چلانے اور معاشرتی امن وامان کو برقرار وبحال رکھنے کے لئے اسلام نے سزا و جزا کا مربوط نظام قائم کرر کھا ہے۔ اسلامی قانون کے بنیادی ماخذ قران، حدیث، اجماع اور قیاس ہے، فقہاء کرام نے ان سے فقہی مسائل کا استخراج کرکے امت کے لئے اس پر عمل کرنا آسان اور سہل بنایا ہے۔ فقہ اسلامی کی استخراج، ترتیب وتدوین کے چار ادوار ہیں جو چوتھی صدی عیسوی کے وسط تک رہیں۔ ان ادوار میں فقہاء نے فقہی مسائل کے استخراج کے ساتھ وہ فقہی قواعد وضوابط بھی مرتب کئے جن کے تناظر میں ہر عصر کے علماء اپنے جدید عصری مسائل کا استنباط کرکے شریعت اسلامی پر عمل کرنے کو آسان بناتے ہیں۔

نظام جزا و سزا کے سے متعلق فقہ اسلامی میں واضح تشریحات موجود ہیں بالخصوص جب کوئی مجرم گرفتار ہو کر عدالت کا سامنا کرکے اپنے جرم کا سزا کاٹتا ہے تو اسی سزا کی شریعت نے تین اقسام حد، قصاص اور تعزیر قرار دی ہے۔

ریاست پاکستان نے اپنے داخلی امن کو برقرار رکھنے کے لئے مجرم عناصر کی روک تام اور اصلاح کے لئے مختلف اوقات میں قانون سازی کی ہے جس میں پاکستان پرزنز رولز مجریہ 1978ء قابل ذکر ہے۔ اس ایکٹ میں سزائے موت کے وجوب اور طریقہ کار سے متعلق جو قواعد وضوابط بیان کی ہیں، ضروری ہے کہ پاکستان کے ایک اسلامی مملکت ہونے کے ناطے، فقہ اسلامی کی روشنی میں اس کا جائزہ لے کر اس کے مزاج کو شریعت اسلامی کے موافق بنائی جائے جو معاشرے میں پائیدار اور دیرپا امن کے قیام ودوام میں مدد ومعاون رہے گا۔

فقہ اسلامی کا تعارف اور تاریخی جائزہ

فقہ کا لغوی معنی ہے الفہم[1] یعنی سمجھنا، جاننا۔ ابن منظور افریقی نے اس کا معنی لکھا ہے کہ "العلم بالشی والفہم لہ"[2] کہ فقہ کا معنی ہے کسی چیز کا جاننا اور اس کو سمجھنا۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ "والفِقْه فِي الْأَصْلِ: الفَہْم، واشْتِقاقه مِنَ الشَّقّ وَالْفَتْحِ"[3] کہ اصل میں فقہ کا معنی ہے فہم، سمجھنا اور وہ شق وفتح سے مشتق ہے جس کا معنی ہے چیرنا، کھولنا تو لغوی معنی کے اعتبار سے علم فقہ کا اطلاق تمام علوم پر ہوتا ہے لیکن علم شرعی کی دیگر تمام علوم پر سیادت اور فضیلت کے وجہ علم فقہ کا غالب استعمال اس کے لئے ہونے لگا جو اب اس کے ساتھ خاص ہو چکا ہے تو علم فقہ سے علم دین میں فہم اور سمجھ مراد لیا جاتا ہے تو انسان کے جتنے بھی اقوال

اور افعال چاہے وہ عقود کے قبیلے سے ہو یا دوسرے تصرفات جیسے عبادات، معاملات، جرائم اور شریعت میں قران وسنت سے اس کے بارے میں حکم بیان ہوا ہو یا شریعت نے اس پر ایسے نشانات اور دلائل قائم کئے ہوں جن سے مجتہدین اس قول یا فعل کا حکم مستنبط کرتے ہیں سب فقہ میں شامل ہے اس لئے فقہ کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہے "هومجموع الأحكام الشرعية العملية المستفادة من أدلتهاالتفصيلية"[4] کہ فقہ سے مراد ان عملی شرعی احکام کا مجموعہ ہے جو اس کے تفصیلی دلائل سے مستفاد ہو۔ یعنی فقہ سے مراد وہ احکام ہیں جن کا تعلق انسان کے علم کے ساتھ ہوں اور وہ احکام فقہ کے بنیادی ماٗخذ اور ان سے مستخرج تفصیلی دلائل سے استفادہ کرکے مستنبط کئے گئے ہوں۔

علم فقہ کے بنیادی ماٗخذ چار ہیں جن سے فقہی مسائل کے احکام کا استنباط کیا جاتا ہیں؛

1۔ کتاب اللہ، 2۔ سنت، 3۔ اجماع، 4۔ قیاس

کتاب اللہ سے مراد وہ قران مجید ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے جو بغیر کسی شعبہ کے تواتر کے ساتھ اس سے منقول ہو، قران مجید اللہ تعالی کا براہ راست کلام ہے جس کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالی کی طرف سے ہیں[5] اور جس کے کامل ہونے کا اعلان خود اللہ تعالی نے کیا ہے[6]۔ ان ترجیحات کی وجہ سے یہ حق بنتا ہے کہ مسئلہ کے استنباط میں سب سے پہلے اللہ تعالی کے کلام کی طرف رجوع کیا جائے۔ قران مجید ایک جامع و مانع ماٗخذ ہے اس نے زندگی کے تمام شعبوں عقائد، عبادات، معاملات، سیاسیات، معاشیات، اخلاقیات، مناکحات، مخاصمات وغیرہ کے بارے میں بنیادی اصول متعین کئے ہیں جس سے تمام زمانوں کے فقہاء اپنے اپنے زمانوں کے عرف اور رسم ورواج کو مد نظر رکھ کر مسائل کا ستنباط کرتے ہیں جس کی وجہ قران مجید کی عالمگیریت اور جامعیت تا قیامت مسلم رہے گی لہذا سب سے پہلے اگر کسی مسئلے کا حل درکار ہو تو قران مجید میں اس کا حل تلاش کیا جائے گا، اگر وہاں اس کا حل مل جائے تو بعد کے فقہی ماٗخذ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

فقہ اسلامی کا دوسرا ماٗخذ ومصدر سنت ہے۔ سنت کا معنی ہے معروف ومعتاد طریقہ[7] اور سنت کا اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول و فعل اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقے سنت کہلاتے ہیں[8]۔ قران مجید کے بعد سنت رسول ﷺ فقہ اسلامی کا دوسرا ماٗخذ ہے۔ کسی فقہی مسئلے کا حل اگر قران مجید میں نہ ملے تو حدیث وسنت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کیونکہ سنت رسول اللہ بھی قران مجید کی طرح قابل عمل ہے فرق صرف اتنا ہے کہ قران مجید کے الفاظ ومعانی دونوں اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور احادیث میں معانی

اللہ کی طرف سے جبکہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے اپنے ہوتے ہیں۔ سنت رسول ﷺ کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ کلام اللہ کی آیات کے لئے تشریح کا درجہ رکھتی ہیں کیونکہ قران مجید میں اللہ تعالی نے اکثر مقامات پر صرف اصول ذکر کئے ہیں جن کی تفصیل اور تشریح حدیث وسنت میں ملتی ہے اگر احادیث وسنت کو نظر کر دیا جائے تو اکثر مقامات پر قران مجید کا مزاج الہی کے مطابق سمجھنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔

فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ ومصدر اجماع ہے۔ اجماع کا لغوی معنی ہے "عزم، مضبوط ارادہ"[9] جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ " فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ "[10] یعنی اپنی تدبیر کو مضبوط کرو۔ اجماع کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ "اس امت کے ہم عصر مجتہدین کا کسی امر پر متفق ہونا اجماع کہلائے گا"[11]۔ ابن الہام نے اجماع کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے کہ "اجماع سے مراد امت محمدی ﷺ کے ہم عصر مجتہدین کا کسی امر شرعی پر متفق ہونا ہے"[12]۔

مرور زمانہ کے ساتھ امت مسلمہ کو ایسے مسائل درپیش ہو جاتے ہیں جن کا قران وحدیث میں واضح حکم موجود نہیں ہوتا تو امت محمدیہ ﷺ کے ہم عصر مجتہدین کے سامنے جب وہ مسئلہ لایا جاتا ہے تو وہ اس پر قران و حدیث کے دلائل کی روشنی میں غور وخوض کرتے ہیں اور کسی متفقہ نتیجے پر پہنچ کر متعلقہ مسئلہ کا حل اور حکم تجویز کرتے ہیں جو شریعت کے نظر میں قطعی ہوتا ہے جس کا تسلیم کرنا اوراس کے مطابق عمل کرنا امت پر فرض ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "جس نے مومنوں کے راستے سے ہٹ کر کسی راستے کی پیروی کی تو ہم اس کو اسی راستے کے سپرد کر دیں گے جو اس نے اپنائی ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے"[13] تو یہاں اللہ تعالی نے مومنین کے راستے کی اتباع نہ کرنے پر جہنم کی وعید سنائی ہے جو کسی ترک فرض اور واجب پر سنائی جاتی ہے لہذا اس سے اجماع کی فرضیت اور قطعیت معلوم ہوتی ہے۔

فقہ اسلامی کا چوتھا ماخذ قیاس ہے۔ "قیاس کا لغوی معنی اندازہ کرنا، پیمائش کرنا، مطابق اور مساوی کرنا ہے"[14]۔ قیاس کا اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ "حکم اور علت میں فرع (نیا مسئلہ جس کا حکم ابھی تک معلوم نہ ہو) اصل (وہ مسئلہ جس کا حکم معلوم ہو) کے برابر کرنا"[15] مطلب یہ کہ بعض مسائل کا حکم قران، حدیث یا اجماع کے ذریعے پہلے سے معلوم ہوتا ہے اور اس کے بعد کوئی ایسا نیا مسئلہ درپیش ہوتا ہے جس کا حکم ابھی تک معلوم نہیں ہوا ہوتا تو اب اس نئے مسئلے کا حکم معلوم کرنے کے لئے سابقہ مسائل پر غور کیا جاتا ہے، ان کی علت اس نئے مسئلے میں تلاش کیا جاتا ہے، اگر وہی علت جس کی بنیاد پر کسی سابقہ مسئلے کے بارے میں کوئی فیصلہ ہوا ہے اور وہی علت یہاں اس نئے مسئلے میں موجود ہے تو اس سابقہ مسئلے کا حکم اس نئے مسئلہ پر لگا دیا جاتا ہے تو اس عمل کو قیاس کا نام دیا جاتا ہے۔ قیاس میں چونکہ سابقہ تین ماخذ سے استفادہ کیا جاتا ہے انہی سے ثابت شدہ حکم کو کسی

دوسرے مسئلے کی طرف متعدی کرتا ہے تو اس وجہ بعض فقہاء قیاس کو مستقل ماخذ تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے سابقہ تین ماخذ کا تتمہ اور تکملہ سمجھتے ہیں جیسا نورالانوار میں صاحب منار نے اسی بات کی طرف اشارہ کرکے کہا ہے "اصول شریعت تین ہیں کتاب، سنت اور اجماع امت اور چوتھا قیاس ہے"[16]۔

قیاس کا حکم بھی تسلیم کرنا واجب ہے کیونکہ یہ سابقہ حکم سے استخراج کیا جاتا ہے جو پہلے سے کسی علت کی وجہ سے جاری شدہ ہوتا ہے قیاس صرف اتنا ظاہر کرتا ہے کہ جو حکم اس علت کی بنیاد پر وہاں اصل میں ثابت ہو چکا ہے اس کا یہاں پر فرع میں ثابت کرنے کا جواز بنتا ہے کیونکہ وہی علت یہاں پر موجود ہے نیز اللہ تعالی بھی فرماتے ہیں کہ "عبرت حاصل کرواے عقل والو!"[17] اور اعتبار کا معنی ہے کہ "کسی چیز کو اس کی اصل کی طرف لوٹانا"[18] جو عین قیاس ہے جس کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے لہذا قیاس سے معلوم شدہ حکم تسلیم کرنا واجب ہوگا۔

فقہ اسلامی کے چار مشہور ادوار ہیں؛ فقہ اسلامی کا پہلا دور رسول اللہ ﷺ کے زندگی کا ہے جو 10ھ پر ختم ہو جاتا ہے[19]۔ یہ فقہ اسلامی کا ابتدائی دور کہلاتا ہے اس دور میں باقاعدہ فقہ کی تدوین نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ ایک تو رسول اللہ ﷺ خود بنفس نفیس موجود ہوتے تھے لہذا جو مسئلہ درپیش ہوتا تھا فوراً آپ ﷺ سے دریافت کیا جاتا تھا جس پر یا تو اللہ تعالی قران کی صورت میں حکم نازل فرمادیتے تھے اور یا رسول اللہ ﷺ خود بتا دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ اس دور میں ماخذ شریعت صرف دو تھے قران وحدیث نیز وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا اتنے نت نئے مسائل بھی درپیش نہیں ہوتے ہوتے تھے بلکہ سادہ زندگی تھی اور وہ اکثر جہاد وغیرہ میں مصروف رہتے تھے جس کی وجہ ان کے پاس فقہی مسائل پر سوچ وبچار کے لئے وقت کی بھی قلت تھی الغرض رسول اللہ ﷺ کا وجود مسعود ان کے لئے تمام مسائل کا حل تھا۔

فقہ اسلامی کا دوسرا دور وفات رسول اللہ ﷺ سے شروع ہوتی ہے اور عہد صحابہ میں 41ھ تک ہے[20]۔ یہ وہ دور تھا جس میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور دور دور تک کے علاقے اسلامی حکومت میں شامل ہوتے گئے، نئے نئے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے لہذا بہت سارے نئے سیاسی اور اجتماعی مسائل سے دوچار ہونا پڑا جس کی تشریح وتوضیح کرنے کے نتیجے میں اجماع اور رائے کا استعمال شروع ہونے لگا۔ کسی نئے مسئلے کا صحابہ کرام قران وحدیث سے یا دور رسالت کے کسی واقعے سے حل تلاش کردیتے تھے۔ اس دور میں فقہ کے لئے باقاعدہ قواعد منضبط نہیں ہوئے تھے بلکہ واقعاتی طور پر مسئلے کا حل تلاش کردی جاتی تھی۔ اس دور کے مشہور فقہاء میں سے خلفاء الرشدین، حضرت معاذ، حضرت عبداللہ بن مسعود، ابوموسی اشعری، ابی بن کعب اور زید بن ثابت ہیں[21]۔

فقہ اسلامی کا تیسرا دور 41ھ سے شروع ہو کر دوسری صدی ہجری ابتدائی سالوں تک ہے اس دور میں فقہ کی تدوین کا باقاعدہ آغاز ہوا یہی وجہ ہے کہ اس دور کو فقہ کی تدوین وترتیب کا تاسیسی دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں صحابہ کرام مرکز اسلام سے نکل کر مختلف علاقوں میں منتقل ہوئے اور علم حدیث اور سیرت نبوی ﷺ کو عام کیا جس کی وجہ سے تابعین کی ایک جماعت تیار ہوئی نیز غیر عرب لوگ دینی تعلیمات کے ماہر بن کر درس و تدریس کرنے لگے تو اس دور میں مزید نئے مسائل سامنے آگئے جس کی لئے شریعت کی دامن کو اور وسیع کرنے کی ضرورت ہوئی جس کی بنا پر فقہاء نے فقہی مسائل کے حل میں قیاس، استحسان اور استصلاح کو استعمال میں لائے۔ فقہاء کو اگر قران وحدیث میں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اور قران و حدیث میں اس کا حکم نہ پاتے تو عقلی دلائل کے بنیاد پر اس کا حل نکال دیتے تھے جبکہ محدثین حضرات اس موقع پر عقل کے استعمال کے قائل نہ تھے جس کی وجہ ان دو جماعتوں کے درمیان اختلاف سامنے آیا۔ اس دور میں مختلف شہروں میں بہت سے فقیہ سامنے آئے مدینہ، مکہ، بصرہ، کوفہ، شام اور یمن وغیرہ[22]۔

فقہ اسلامی کا چوتھا دور دوسرے صدی کے ابتدا سے لے کر چوتھے صدی ہجری کے تقریبا وسط تک رہا[23]۔ اس دور کا بنیاد سابقہ دور میں پڑ چکا تھا۔ اس دور میں مشہور فقہی امام پیدا ہوئے جن کے شاگرد مختلف اطراف میں پھیل گئے۔ وسعت تمدن کی وجہ سے نت نئے مسائل میں غور و فکر کی ضرورت محسوس کی گی، تدوین حدیث کا آغاز ہوا اور بڑے بڑے ذخیرے تیار ہوئے، احادیث کے رواۃ کے جانچ پڑتال کے جرح و تعدیل اس دور کا کارنامہ ہے، اصول فقہ کی تدوین اس دور میں ہوئی اور مختلف اصول سامنے آئے جن میں بعض پر اتفاق اور بعض پر اختلاف رہا۔ اس دور میں بہت سے مشہور فقہی امام سامنے آئے تاہم ان میں سے سب سے زیاد شہرت حضرت امام ابو حنیفہؒ (م150ھ)، حضرت امام مالکؒ (م179ھ)، حضرت امام شافعیؒ (م204ھ)، حضرت امام احمد بن حنبلؒ (م241ھ)، حضرت امام ابو یوسفؒ (م182ھ) اور حضرت امام محمدؒ (م189ھ) کی مقدر میں تھی[24]۔

قیدی اور اس کے حقوق

قیدی سے مراد "وہ شخص ہے جو کسی مکان میں بند کر دیا گیا ہو بایں طور پر کہ وہ جہاں وہ ذاتی تصرفات نہ کر سکتا ہو اور نہ ہی اپنی مصرفیات اور کاموں کے لئے باہر نکل سکتا ہو"[25]۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کسی آدمی کا جرم یا جنایت کرنا یہ کسی ایک فرد کے خلاف نہیں بلکہ پورے معاشرے کے جرم تصور ہو گا کیونکہ معاشرہ انہی افراد کے مجموعے کا نام ہے جن کی اجتماع سے اس کو معاشرہ کا

نام دیا گیا ہے، انہی افراد کے درمیان امن ہو گا تو معاشرے میں امن ہو گا اگر انہی افراد کے درمیان فساد و انتشار کا ظہور ہو تو پورے معاشرے کا سکون غارت ہو جائے گا۔ اب اگر یہاں کوئی ایسی قوت نہ ہو جو ان جرائم پیشہ عناصر کا راستہ روکے، ان کو ان جرائم سے باز لائے تو لوگوں کی زندگی اجیرن بن جائی گی، ہر فرد ایک خوف کی فضا میں جینے لگ جائے گا جس کی نتیجے میں امن و سکون کی زندگی مفقود ہو جائی گی۔ اسی لئے ہر مملکت میں ایسے اداروں اور ایسے قوانین کا ہونا ضروری ہے جن کے تحت لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا تحفظ ممکن ہو سکے اور ہر شخص امن و اطمینان کے ساتھ اپنے روزمرہ کے اعمال زندگی میں مصروف رہے۔

یہاں ایک اہم نقطہ یہ ہے کہ یہ مجرم، یہ قیدی، یہ ملزم چاہے جتنا بھی بڑا جرم یا جنایت کرے تو اگرچہ شریعت نے ان کے خلاف جرم وجنایت کے حساب سے کاروائی کرنے کی اجازت دی ہے لیکن وہ مجرم، وہ قیدی پھر بھی انسان تو ہے۔ انسانیت کے ناطے وہ ان تمام حقوق کا حقدار ہے جس کا جتنا کوئی عام آزاد اور سلیم الطبع انسان حق رکھتا ہے چنانچہ دین، جان، عقل، نسل اور مال اور اس کے متعلقات کے تحفظ کا ایک قیدی بھی حقدار ہوتا ہے کہ نہ ان کو دین کے معاملات کے حوالے سے مجبور کیا جائے گا، نہ اس کے مذہبی کتابوں کا اس کے سامنے توہین کی جائی گی، نہ اس کے مذہبی شخصیات کی عزت کو اس کے سامنے پامال کیا جائے گا، جسمانی حوالے سے اس کو ایسی سزا نہیں دی جائی گی جس سے اس کے جسم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جائے، قیدیوں کو کھانا کھلانا، مناسب لباس دینا، پانی وغیرہ دینا ان کی بنیادی حقوق انسانی ہیں اسی طرح اس کو ایسی کوئی سزا یا تکلیف نہیں پہنچائی جائی گا جو اس کے عقل کے لئے مضر ہو، اس طریقے سے اس کو ٹارچر نہیں کیا جائے جس سے اس کا عقل مغلوب یا مسلوب ہو جائے، نہ ہی اس کے ساتھ ایسی زیادتی کی جائی گی کہ اس کے ساتھ اس کے نسل یا افزائش نسل کی قوت کو نقصان پہنچے یا اس کی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ضائع ہو۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ کسی آدمی کا قیدی ہونا اس کو انسانیت کے درجے سے نیچے نہیں گراتا بلکہ اس کے انسانی حقوق پھر بھی باقی رہتے ہیں جن کا لحاظ اور رعایت کرنا لازمی ہوتا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد نظام جیل خانہ جات کی اصلاح کا تاریخی جائزہ اور پاکستان پرزنزرولز مجریہ 1978ء

نظام جیل خانہ جات جو تاریخی اعتبار سے ریاست کا ایک اہم شعبہ ہوا کرتا ہے، مملکت خداداد پاکستان میں اس سے متعلق قوانین پر بھی نظر ثانی کرنے اور ضروری اصلاح کرنے کے لئے "جیل رولز مجریہ 1978ء" سے قبل، ابتدائی طور پر 1950 میں کرنل سلامت اللہ سابق انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات صوبہ متحدہ یو۔پی ہندوستان کے زیر نگرانی "پہلی جیل اصلاحات کمیٹی" تشکیل دی گئی تاکہ جیل سے متعلق قوانین پر

نظر ثانی کر کے قیدیوں سے متعلق مشکلات رفع کرنے اور مذہبی تعلیمات کی ادائیگی سے متعلق سفارشات مرتب کرے۔ اسی کمیٹی کے سفارشات کے نتیجے میں 1955ء میں حکومت کے سامنے جیل خانوں سے متعلق اصلاحاتی تجاویز پیش کی گئی تاہم مالی بحران کی وجہ سے اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ اس کے بعد "مشرقی پاکستان جیل خانہ جات اصلاحی کمیشن 1956ء" تشکیل دیا گیا جس کا سربراہ سر رحمت اللہ سی ایس پی کمشنر تھے، بعد ازاں 1968ء میں مغربی پاکستان کے ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج ایس-اے، محمود کے زیر نگرانی "مغربی پاکستان جیل اصلاحی کمیٹی" بنائی گئی، 1972ء میں حکومت پاکستان کے حکم پر "جیل اصلاح کانفرس" منعقد ہوئی[26]۔ اس کانفرنس کے نتیجے میں جو سفارشات سامنے آئیں تو اس کو عملی جامعہ پہنانے کے لئے محمود علی وفاقی وزیر جیل خانہ جات اور چوہدری نذیر اختر آئی جی جیل خانہ جات پنجاب کے نگرانی میں تین سال مسلسل کام جاری رکھنے کے بعد مکمل کیا گیا اور تمام صوبوں بمعہ آزاد کشمیر نے مساوی پرزنز کوڈ کو 1980 میں باقاعدہ طور پر تمام حکومتوں کے سربراہان نے منظور کیا جو بعد ازاں 1981 میں صدر مملکت کی منظوری کے ساتھ "Pakistan Prison Rules, 1978" کے نام سے لاگو ہوا[27]۔

پاکستان پرزن رولز مجریہ 1978ء کے سزائے موت سے متعلق دفعات کا تنقیدی جائزہ

ایکٹ ہذا جو کل پچاس (50) ابواب اور ایک ہزار دو سو پچاس (1250) قواعد پر مشتمل ہے جن میں سے باب نمبر چودہ "سزائے موت کے تحت قیدی (Prisoners under sentence of death)" کے نام سے ہے جس میں ایسا قیدی جس کے بارے میں سزائے موت کا حکم صادر ہو، اس کے بارے میں اسی باب کی تحت عمل میں لائی جانی والی کاروائی کا تذکرہ ہے۔

باب ہذا میں ذکر ہے کہ جس آدمی پر تمام قواعد و شواہد کے بعد سزائے موت کا حکم لگا دیا جاتا ہے تو اس کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ پھانسی پر لٹکانے کا طریقہ اور کاروائی ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ قیدی کے ہاتھ اس کے پیٹھ پر باندھ دیئے جائیں گے جس کے بعد قیدی کو جیل کی کوٹھڑی سے پھانسی کے تختے کی طرف لے جایا جائے گا جہاں پر قیدی جلاد کے حوالے کر دیا جائے گا، سزائے موت کا قیدی پھانسی کے تختے پر چڑھے گا اور اس بیم کو نیچے کر دیا جائے گا جس کے ساتھ رسہ بندھا ہوا ہو، جلاد اس کی ٹانگیں مضبوطی سے اکٹھی باندھ دے گا، ٹوپی اس کے سر اور منہ پر چڑھا دے گا اور رسی کو سختی سے اس کی گردن کے ساتھ ملا دے گا، اب وارڈر سزائے موت کے قیدی کے بازو چوڑ دے گا اور سپرنٹنڈنٹ کی طرف سے اشارہ ملتے ہی جلاد پھانسی لٹکا دے گا[28] جس کے بعد جسم آدھا گھنٹہ تک لٹکتا رہنے دیا جائے گا اور اس وقت تک نیچے نہیں اتارا جائے گا جب

تک میڈیکل افسر اس کی زندگی ختم ہونے کا اعلان نہ کرے[29]۔

مروجہ طریقہ پھانسی کا تاریخی جائزہ

اس طریقے سے سزا دینے کا تاریخی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے مشرکین مکہ کے ہاں بھی پھانسی کا رواج تھا جیسا کہ بخاری میں ہے کہ مشرکین مکہ نے غزوہ بنی لحیان میں حضرت خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ کو گرفتار کر کے مکہ میں بیچ دیئے جن میں سے حضرت خبیب کو بنو الحارث ابن عامر نے خرید لیا اور قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر حل کی طرف لے گئے[30] اور مقام تنعیم میں انہوں نے حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہ کو پھانسی کی سزا دے کر شہید کیا تھا[31]۔

بعض روایات میں ہے کہ عرب کے ہاں ڈاکہ زنی کرنے والوں کو اس جرم کے پاداش میں سولی پر چڑھایا جاتا تھا جیسا کہ کتاب المحبر میں ہے کہ "وہ ڈاکہ زنی کرنے والوں کو پھانسی چڑھاتے تھے، نعمان بن منذر نے بنی عبد مناف بن دارم کے ایک فرد کو قطع الطریق کے جرم میں پھانسی چڑھایا تھا"[32]۔

اسی طرح گلا گھونٹ کر مارنے کی سزا بھی دی جاتی تھی تاہم یہ سزا زیادہ مشہور نہیں تھی جیسا کہ نعمان بن منذر نے عدی بن زید عبادی کے گلا گھونٹنے کا حکم دیا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا[33]۔

ان حوالاجات سے واضح ہوتا ہے کہ پھانسی پر لٹکا کر اور گلہ گھونٹ کر مارنا بنیادی طور پر وہ سزائیں ہیں جو اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں مروج تھیں۔

اسلام میں قصاص اور پھانسی کا تصور

جہاں تک اسلام میں نظام سزا کا تصور ہیں ہے تو اس کے مطابق سزائیں کی تین اقسام ہیں؛

1۔ حدود والی سزائیں جن میں حد لازم آتا ہے، 2۔ قصاص جس میں قتل عمد کی صورت میں قاتل کو قصاصاً قتل کر دیا جاتا ہے، 3۔ تعزیرات، ان جرائم کی سزائیں جو شریعت نے مقرر نہیں کی ہیں بلکہ اسلامی ریاست کے حکمران کے صوابدیدی اختیارات میں سے ہیں[34]۔

جہاں تک قصاص کا تعلق ہے تو اس کا معنی ہے، برابری و مماثلت، اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ "مجرم کے ساتھ اس کے عمل جیسا عمل کیا جائے جیسا کہ قتل کرنا، کاٹنا، مارنا یا زخمی کرنا"[35]۔

قصاص کی سزا قرآن مجید سے بھی ثابت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "اے ایمان والو! تم پر (ناحق) مقتولوں کے بدلے میں قصاص فرض قرار دیا گیا ہے، آزاد شخص کے بدلے میں آزاد، کسی غلام کے بدلے میں غلام اور عورت کے بدلے میں عورت (قتل کیا

جائے گا)۔۔۔"[36]۔

اللہ تعالی نے جن مواقع پر کسی انسان کے قتل کرنے کی اجازت دی ہے تو اس کے ساتھ یہ شرط بھی لگایا ہے کہ "جب تم قتل کرو تو احسن طریقے سے کرو"[37] اس کی تشریح کرتے ہوئے امام جصاص لکھتے ہیں کہ "اس کا مطلب یہ ہے کہ سب سے آسان طریقے سے اس کی جان لے لی جائے اور وہ تلوار سے قصاص لینا ہے"[38] اور آپ ﷺ کا ارشاد بھی ہے کہ "قصاص صرف تلوار کے ذریعے ہی لیا جائے گا"[39] اور حضور ﷺ کے احسن طریقے سے قصاص لینے کا حکم اس بات کی "نفی کرتا ہے کہ اس دوران اس کو کوئی تکلیف دی جائے"[40] نیز امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ "تلوار سے مراد اسلحہ ہے"[41]۔

اسلام میں قصاص کی سزا صرف اس وقت ممکن ہو جاتی ہے جب کوئی آدمی قصداً قتل کرے۔ مطلب یہ کہ ہر جرم کی سزا قصاص نہیں بلکہ بعض کی سزا حد کی صورت میں ہوتی ہے جیسے چوری، زنا وغیرہ، بعض کی سزا قصاص کی صورت میں جیسے قتل عمد اور بعض صورتوں میں ایسی سزائیں دی جاتی ہیں جو حکمران کی صوابدید پر موقوف ہوتی ہے۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ اگر کہیں پر کسی سے قصاص لینے کا موقع آ ہی جائے اور کسی قاتل انسان کو قتل کرنے کی نوبت آ جائے تو اس دوران جہاں تک شریعت نے اس کو تکلیف پہنچانے کی اجازت دی ہے، اس حد تک اس پر عمل کیا جائے گا۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ بس اس کا روح نکال کر قتل کر دی جائے۔ اس کے علاوہ اس کو مزید تکلیف دینا مثلاً اس کو بار بار کہنا کہ آپ کو پھانسی ہو گئی ہے، یا پھانسی کے حکم کے بعد اس کو طویل وقت تک پھانسی نہ دینا جیسا کہ "ایمنسٹی انٹرنیشنل کے رپورٹ 2010ء کے مطابق پاکستان میں 8 ہزار افراد کو پھانسی سنائی جا چکی ہے"[42] کہ وہ ہر وقت اسی سوچ میں مگن رہے اور خود کو مرتا ہوا سوچ کر جیتے جاگتے مردوں میں شمار ہو، نیز اس کے لئے پھانسی گارڈ کے رسیاں لکڑیاں برابر کرنا جس کا سن کر وہ مزید نفسیاتی طور پر بد حال ہونے لگے وغیرہ۔ ایسے ہی موقع پر جب ایک قیدی سے اس کی کیفیت کا پوچھا گیا تو اس کو جواب تھا "یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا جسم ابھی سے بے جان ہو چکا ہے، اس وقت عام الفاظ بھی میرے سمجھ میں نہیں آرہے، ایک سیاہ سایہ میرے دماغ پر چھا رہا ہے، کبھی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ سب کچھ ایک خواب ہے، ابھی آنکھ کھلے گی تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا، کبھی یوں لگتا ہے جیسے کل میرے ساتھ ہی پوری دنیا تختہ دار پر چڑھ جائے گی لیکن سب سے زیادہ تکلیف دہ احساس آنے والے بُرے لمحات کا انتظار ہے"[43] لہٰذا ایسی چیزوں کے ساتھ اس کو مزید تکلیف دینے کی کوئی گنجائش نہیں نیز پھانسی دینے کی بعد اس کو پھانسی کے تختہ پر ادھے

گھنٹے تک لٹکائے رکھنا بلکہ "یہ لاش بعض اوقات ایک ایک گھنٹہ تک وہیں لٹکتی رہتی ہے"[44] قدیم جبابرہ کے طرق سزا کے سوا کچھ نہیں جس میں انسان ایک مزاق ہوتا اور اس کے انسانی شرافت اور تقدس کا کچھ خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے قطعی طور پر کسی انسان کی یوں تذلیل اور توہین کی اجازت نہیں دی ہے۔

خلاصہ

اللہ تعالی نے انسان میں قوت ملکیت کے ساتھ ساتھ قوت بہیمیت بھی ودیعت کر رکھی ہے جس کے غالب آنے سے انسان حد اعتدال پر قائم نہیں رہتا بلکہ وہ بدامنی، ظلم، فساد، شر اور فتنہ کی طرف مائل ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے معاشرتی زندگی میں انتشار اور بگاڑ آتا ہے اور انفرادی واجتماعی زندگی میں عدم توازن آجاتا ہے اور باہمی حقوق پامال ہونے لگ جاتے ہیں۔ اس عدم توازن کو ختم کرنے اور معاشرتی مضرات کے روک تام کے لئے کسی بھی مملکت میں ایسے اداروں اور قوانین کا ہونا ضروری ہے جو ایسے جرائم پیشہ عناصر سے، عام لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو تحفظ فراہم کرکے معاشرتی امن کو برقرار رکھ سکیں نیز ان جرائم پیشہ عناصر کی حوصلہ شکنی کرکے متعلقہ لوگوں کی اصلاح کریں بایں طور کہ ان کے حقوق کا بھی لحاظ کیا جائے تاکہ وہ جرائم چھوڑ کر معاشرے کے مفید افراد بن سکیں۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامی نے باہمی حقوق کی پاسداری اور معاشرتی امن وامان کو بحال وبرقرار رکھنے کے لئے حد، قصاص اور تعزیر جیسی سزائیں مقرر کی ہیں جن کے نفاذ سے معاشرتی امن وسکون کی بحالی یقینی ہے۔

مملکت پاکستان میں بھی جرائم کی روک تام اور مجرمین کی اصلاح کے لئے مختلف اوقات میں قانون سازی ہوتی رہی ہے جس میں PAKISTAN PRISONS RULES,1978 قابل ذکر ہے۔ اس میں سزاوجزا کے بارے میں، سابقہ قوانین کے مقابلے میں زیادہ وضاحت موجود ہے تاہم اس میں ہر جرم چاہے وہ زنا ہو، قتل ہو یا کوئی اور، میں اگر موت کی سزا سنائی جائے تو وہ پھانسی ہی کی صورت میں جاییے جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ اس کے گلے میں مضبوط رسی ڈال کر لکڑی سے لٹکایا جائے یہاں تک اس کا گلہ گھونٹ کر موت واقع ہوجائے اور آدھے گھنٹے تک لٹکا رہے۔

اسلام اول تو ہر جرم موت کی سزا پھانسی تجویز نہیں کرتا بلکہ ہر جرم کی الگ سزا متعین کی ہے جیسے غیر شادی زنا کرے تو سو کوڑے، شادی شدہ زنا کرے تو سنگسار کرنا، عمداً قتل کرے تو قصاص، شراب پیے تو اسی کوڑے، ڈاکہ ڈالے تو تصلیب وغیرہ۔ لہذا یہ ایک اسلامی مملکت ہونے کے ناطے، یہ امر قابل اصلاح ہے کہ سزائے موت کے دفعات پر نظر ثانی کرکے اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق سزاوؤں یعنی حدود، قصاص اور

تعزیرات کا اندراج کر کے معاشرتی اصلاح کے لئے مضبوط بنیادیں فراہم کریں اور معاشرتی امن و سکون کو پائیدار اور دیرپا بنائیں۔

REFERENCES

[1]Alfarabi, Ismail bin Hammad (d.393), Al Sihah Taj ul Lugha, birut; dar ul ilam lillmalaien, addition; 4th, 1987AD, vilume;6, page;2243,

[2] Ibne Manzur (d.711), Lisan ul Arab, Birut; Daru sadir, addition; 3rd, 1414AH, , 13/522.

[3]Ibn ul Asir, Mubarak bin Muhammad (d.606ah), Alnihaya fi ghareebul Hadees wl Asar, Birut; Almaktab tul Ilmia, addition; 1979AD, 3/465.

[4] Alqattan, Manaa bin Khalil (d.1420ah), Tarikh al Tashri il Islami, Qahira; Maktaba Wahba, addition; 5th, 2001AD, 1/183.

[5] Mulla Jeewan, Ahmad bin Abi Saeed (d.1130ah), Nurul Anwaar, Lahore; Maktaba Rahmania, p;9,10.

[6] Alquran, 5/3

[7] Abn ul Homam, Muhammad bin Abdul Wahid (d.861ah), Altahreer fi Usul le Fiqha, Misar; Mustafa albabi alhilbi, addition;1351ah, p;303.

[8] Abdul Aziz bin Ahmad, Kashf ul Israr, Birut; Darul Kitab alislami, 2/359.

[9] Abdul Aziz bin Ahmad, Kashf ul Israr, 3/226.

[10] Alquran, 10/71.

[11] Kashf ul Israr, 3/227.

[12] Abn ul Homam, Muhammad bin Abdul Wahid (d.861ah), Altahreer fi Usul le Fiqha, p;399.

[13] Alquran, 4/115.

[14] Amini, Muhammad Taqi(d.1991ad), Ijtehad ka tareekhi pasemanzar, Ali Garh; Idara Ilmo Irfan, 1980AD, p;123.

[15] Mulla Jeewan, Ahmad bin Abi Saeed (d.1130ah), Nurul Anwaar, P;228.

[16] Nurul Anwaar, P;7

[17] Alquran, 59/2.

[18] Nurul Anwaar, P;228.

[19] Amini, Muhammad Taqi(d.1991ad), Fiqha Islami ka Tareekhi Pasemanzar, Dihli; Nadwa tul Musannefin, 1873AD, p;40.

[20]), Fiqha Islami ka Tareekhi Pasemanzar, P;40.

[21] Ibid, p;45.

[22] Ibid, p;47

[23] Fiqha Islami ka Tareekhi Pasemanzar, p;40.

[24] Ibid, p;47.

[25] Hassan Abdul Ghani Abu Ghudda, Hoquq ul Masjoon fi Alshriat ul Islamia, , Riyaz;Dar Jamia ul Malik Saood linnashar, addition;1st 2016, p;5.

[26]Prison reforms and situation of prisons in Pakistan by Muhammad Siddique Akbar, page;1, available on;https://www.researchgate.net/publication/283504089 accessed;9:40pm, July 8, 2020

[27] Awlakh, Abdul Majeed, Pakistan Prisons Code, Lahore; Imran Law Book House, 2012AD, p;3.

[28] Pakistan Prisons Rules, 1978, chapter:14, setion:362

[29] Pakistan Prisons Rules, 1978, chapter:14, setion:363

[30] Bokhari, Muhammad bin Ismail(d.256ah), Sahih ul Bokhari, Damishq; Dar Tawq unijah, addition; 1st 1422ah, 4/67.

[31] Alboghdadi, Muhammad bin Habib(d.245ah), almahbar, Birut; Darul afaqul jadida, 1/479.

[32] Almahbar, 1/324.

[33] Muhammad bin Muhammad(d.1205ah), Tajul Urus, word: Khanaq, Birut; Darul Hidaya, 25/268.

[34] Abdul Qadir awda, altashriul Jinai Alislami, Birut; Darul Kotobul Arabi, 1/79.

[35] Lisan ul Arab, 7/67.

[36] Alquran, 2/187.

[37] Abu Dawood, Solaiman bin Ashaas(h.275ah), Sunan Abi Dawood, Birut; Maktaba Asria, P;100.

[38] Aljasas, Ahmad bin Ali(d.370ah), Ahkam ul Quran, Birut; Dar Ihiae altoras ul Arabi, 1405ah. 1/201.

[39] Dar Qutni, Abdullah bin Abdurrehman(d.255ah), Sunan e Dar e Qutni, Alsaoodia; Dar ul Mughni linnashar w altawzih, Addition; 1st 1412ah/2000ad, 4/105.

[40] Aljasas, Ahmad bin Ali(d.370ah), Ahkam ul Quran, Birut; Dar Ihiae altoras ul Arabi, 1/200.

[41] Sarakhsi, Muhammad bin Ahmad(d.483ah), Almabsut lissrakhsi, Birut; Dar ul Maarifah, 1414ah/1993ad, 26/122.

[42] Crisis Group, REFORMNING PAKISTAN'S PRISON SYSTEM, Asian report, October, 12, 2011

[43] Raja Anwar, Bari Jail se Choti Jail Tak, Lahore; Sang e Mail pubications, 2011ad, p:28.

[44] Bari Jail se Choti Jail Tak, p:24.